استاذ ایک بہترین معلم اور مربی

(دوسرا اور آخری حصہ)

حضرت مولانا عبید اللہ خالد مدظلہم

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان رحمہ اللہ کی مدرسین کو جامع نصیحت:

''اچھا اور کامیاب مدرس بننے کے لیے ضروری ہے کہ جو سبق پڑھانا ہے اس کا بہت غور سے مطالعہ کیا جائے کہ وہ ذہن میں پوری طرح مستحضر ہو جائے، پھر پڑھاتے وقت پہلے تقطیع کی جائے کہ یہاں سے یہاں تک یہ مضمون ہے اس کا خلاصہ بیان کر دیں، اس کے بعد بھی یہی طریقہ اختیار کریں، اس کے بعد ترجمہ کریں اور جو خلاصہ بیان کیا ہے اس کو منطبق کریں۔ طلبہ کو مطالعہ کر کے آنے کی ترغیب دیں۔

طلبہ سے ایسی بے تکلفی اختیار نہ کریں کہ وہ بے ادب ہو جائیں۔ ان کے سوال پر کبھی ناراض نہ ہوں۔ اگر جواب مستحضر نہ ہو تو بے تکلف کہہ دیں کہ کل بتاؤں گا۔

سبق میں صحیح وقت پر پہنچیں اور وقتِ مقرر پر بند کر دیں، اپنا کردار قول و عمل میں قابل رشک بنائیں، لمبی چوڑی تقریر سے پرہیز کریں، جو سبق پڑھائیں پہلے اس کو ذہن نشین کریں، ہدایۃ النحو، کافیہ، کنز، قدوری میں لمبی تقریر ہرگز نہ کریں بس متن کو سمجھانے پر اکتفاء کریں۔'' (حضرت شیخ الحدیث کی تعلیمی سال 1436ھ بمطابق 2015ء کے آغاز میں اساتذہ کو جامعہ فاروقیہ میں نصیحت سے اقتباس)

استاذ کے سامنے طلبہ کی ہیئت:

استاذ جب درسگاہ میں مسند درس پر ہو تو تمام طلبہ کرام استاذ سے پہلے باوضو ہو کر صاف کپڑے پہن کر درسگاہ میں حاضر ہوں، طلبہ کرام استاذ کے سامنے خاموش، مستعد اور نہایت باوقار اور متادب انداز میں بیٹھیں، استاذ کے سبق کو پورے دھیان بلکہ دل کے کانوں سے سنیں، اِدھر اُدھر دیکھنے اور کسی دوسرے کام (موبائل وغیرہ) میں مشغول ہونے سے بالکل پرہیز کریں۔

استاذ بھی طلبہ کے سامنے ایسی جگہ تشریف رکھتا ہو کہ وہ تمام طلبہ کو دیکھ سکے کہ اگر درس کے دوران کسی طالب علم کو غافل، ٹیک لگائے ہوئے، یا کسی دوسرے کام میں مشغول اور استغناء کی حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھے تو فوراً اسے متنبہ کرے، ایسی حالت میں اگر استاذ چشم پوشی سے کام لیتا ہے تو یہ نہ صرف درس گاہ، سبق اور استاذ کی بے ادبی کے مترادف ہے بلکہ اس طالب علم کے ساتھ بھی ایک قسم کا ظلم ہے کیوں کہ بے ادبی، غفلت اور استغناء کے ساتھ علم حاصل نہیں ہوتا، بسا اوقات یہ امور حصول علم سے محرومی کا سبب بنتے ہیں، لہٰذا ایسے موقع پر استاذ کی طرف سے خاموشی طالب علم کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

امام ابو یوسفؒ کا مشہور مقولہ ہے: ''العلم لا یعطیك بعضه حتی تعطیه کلك'' کہ علم تجھے اپنا بعض حصہ بھی حوالے نہیں کرے گا یہاں تک کہ تو سارے کا سارا علم کے حوالے نہ ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ علم غیور ہے، بڑا غیرت مند ہے جو بے طلبوں اور لاپرواہوں کو نصیب نہیں ہوتا، طالب علم کو علم کا حریص اور علم کے ساتھ غیر معمولی محبت بلکہ عشق ہونا چاہیے؛ جیسے کہ امام شافعی کو تھا۔

ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ علم کے ساتھ آپ کی محبت کیسی ہے؟ فرمانے لگے: ''جب کوئی نئی بات کان میں پڑتی ہے تو میرے جسم کا ہر ہر عضو اس کے سننے سے محظوظ ہو جاتا ہے۔'' پھر دریافت کیا گیا: ''علم کے لیے آپ کی حرص کتنی ہے؟ فرمانے لگے: ''سخت بخیل آدمی کو مال کی جتنی حرص ہوتی ہے۔'' پوچھا گیا: علم کی طلب میں آپ کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ فرمایا: ''گم شدہ اکلوتے بیٹے کی ماں کی اپنے بیٹے کی طلب میں جو کیفیت ہوتی ہے۔ (قیمۃ الزمن عند العلماء للشیخ عبد الفتاح ابوغدہ، ص: 57)

استاذ ایک بہترین مربی ہے:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح ایک بہترین معلم بنا کر بھیجا گیا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مشفق مربی بھی بنا کر بھیجا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمے داری صرف تعلیم دینا نہ تھا بلکہ تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے اصحاب کی بہترین تربیت اور تزکیہ کرنا بھی تھا جیسا کہ قرآن کریم کی اس آیت میں ارشاد باری تعالی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلَالٍ مُّبِيْنٍ﴾۔ (سورۃ آل عمران، الآیۃ: 164)

ترجمہ: ''حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں پاک صاف بنائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے جب کہ یہ لوگ اس

سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔''

ایک معلم اور استاذ کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس وراثت میں جہاں امت کو تعلیم سے روشناس کرانا ہے وہیں امت محمدیہ کی بہترین تربیت بھی کرنی ہے، لہٰذا ایک معلم کو چاہیے کہ جہاں وہ کتاب کے نقوش اور علمی موشگافیوں اور باریکیوں کو انتہائی محنت اور جہدِ مسلسل کے بعد طلبہ کے سامنے پیش کرتا ہے وہیں اسے اپنے طلبہ کی شرعی وضع قطع کی فکر بھی کرنی چاہیے اور طلبہ کو وقتاً فوقتاً اسلامی آداب سے آراستہ کرتے رہنا چاہیے۔

ایک استاذ کو طالب علم کی بدخلقی اور غیر شرعی وضع قطع اور اسلامی آداب کے منافی کام پر ضرور تنبیہ اور سرزنش کرنی چاہیے، اس معاملے میں کسی قسم کی لاپروائی نہ برتی جائے، اس کے لیے سب سے پہلے استاذ کا خود شرعی وضع قطع کا حامل اور اسلامی آداب سے مکمل آراستہ ہونا ضروری ہے، اس کے بعد پھر طلبہ کرام کو اس راستے پر ڈالنے کے لیے ترغیب و ترہیب، تربیت و تزکیہ کا عمل بہت مفید اور کارگر ہوگا؛ کیوں کہ استاذ صرف معلم اطفال اور معلم طلبہ ہی نہیں ہوتا، بلکہ وہ معلم قوم اور معمار ملت بھی ہوتا ہے۔ قوموں کا عروج و زوال اور ملکوں کی تعمیر و تخریب کا راز استاذ کی کاوشوں اور سوز و گداز میں مضمر ہوتا ہے۔ ملک و ملت کے مقدر کی باگیں استاذ کے ہاتھ میں ہوتی ہیں کسی قوم کے اساتذہ اگر احساس ذمے داری سے سرشار، فرائض پر کاربند اور تعمیر ملت کے تقاضوں پر عمل پیرا ہوں تو اس قوم کے عروج و ترقی کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی اس کے برعکس اگر اساتذہ ہی اپنی ذمے داریوں سے غافل، فرائض سے غفلت برتنے والے اور ملک و قوم کی ضروریات سے ناواقف ہوں تو اس قوم کو زوال و انحطاط کے گڑھے میں گرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ظاہر ہے کہ اگر استاذ میں کو مقاصدِ عالیہ کا شعور اور تعمیر ملت کا جذبہ نہیں ہوگا تو وہ طلبہ تک کیسے اس جذبہ کو منتقل کرے گا۔ ذیل میں طلبہ کرام کی تربیت کے حوالے سے چند گزارشات لکھی جاتی ہیں۔

استاذ طلبہ کو یہ آداب سکھائے:

کتاب حتی الامکان بغیر وضو نہ اٹھائے، امام شمس الأئمۃ حلوانی فرماتے ہیں: کہ ہم نے اس علم کو تعظیم کے ذریعہ حاصل کیا، سادہ کاغذ بھی بغیر وضو کے ہاتھ میں نہیں لیا۔''

یوسف بن حسین نے فرمایا: ''کہ ادب سے علم سمجھ میں آتا ہے اور علم سے عمل کی تصحیح ہوتی ہے اور عمل سے حکمت حاصل ہوتی ہے۔''

کتابوں کو مراتب سے رکھے، قرآن کریم پر کوئی کتاب یا اور کوئی چیز نہ رکھے، سرخ سیاہی استعمال نہ کرے، شرکاء درس کا اکرام کرے، طہارت اور نظافت کا مکمل اہتمام رکھے البتہ تصنع، بناوٹ اور نمائش سے بالکل دور رہے اور اسباق ادب واحترام سے سنے، اگر چہ ایک مسئلہ ہزار بار سنے، استاذ کی بات کو سنے، استاذ کی اجازت کے بغیر نہ بولے، استاذ کی بلکہ استاذ کی اولاد کی بھی تعظیم کرے، استاذ سے آگے نہ چلے، استاذ کی جگہ نہ بیٹھے، تعلیم المتعلم میں ہے کہ استاذ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اولاد اور متعلقین کی بھی توقیر کرے، نیز یہ کہ علم کے زوال کا سبب معلم کے حقوق کی رعایت نہ کرنا بھی ہے، استاذ سے ناگواری کی حالت میں نہ بولے، استاذ سے نامناسب وقت میں بھی سوال نہ کرے، بداخلاقی سے اجتناب کرے، استاذ کے ہر حکم کو بجالانے کی ہر ممکن کوشش کرے، مختصر یہ کہ استاذ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی پوری کوشش کرے۔

استاذ کو کبھی ناراض نہ کرنا چاہیے، اگر اس کی شان میں خدانخواستہ کوئی بے ادبی اور گستاخی ہو جائے تو فوراً عاجزی کے ساتھ معافی مانگ لے، اگر استاذ کا دل مکدر ہو گیا تو اس سے فیض نہیں حاصل کر سکتا۔(تعلیم المتعلم للعلامۃ الزرنوجی، فصل فی تعظیم العلم واہلہ)

ایک مرتبہ امام احمدؒ کسی مرض کی وجہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اثنائے گفتگو ابراہیم بن طہمان کا ذکر نکل آیا ان کا نام سنتے ہی امام احمد سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: یہ نازیبا بات ہوگی کہ بڑوں کا نام لیا جائے اور ہم ٹیک لگا کر بیٹھے رہیں۔

اسباق میں محنت کرے:

مطالعہ کرے، تکرار کرے، اس کے بغیر استعداد پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ علم ہی باقی رہ سکتا ہے۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ مذاکرہ نہ کرنے سے نسیان ہو جاتا ہے اور علم ضائع ہو جاتا ہے حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ حدیث کا مذاکرہ کرو کیوں کہ مذاکرہ سے علم جوش مارتا ہے۔

اسماعیل رجاء کا دستور تھا کہ مکتب کے لڑکے ان کے پاس آکر حدیثیں سنایا کرتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں، سعید بن جبیر نے فرمایا: کہ حضرت ابن عباس مجھے حدیثیں سنایا کرتے تھے۔

عون بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک دن ہم ام الدرداءؓ کی خدمت میں پہنچے اور دیر تک علمی باتیں دریافت کرتے رہے، پھر ہم نے عرض کیا شاید آپ اکتا گئی ہوں؟ فرمانے لگیں: کیا کہتے ہو؟! ہر کام میں میری نیت عبادت کی ہوتی ہے مگر علمی مذاکرہ سے زیادہ مجھے کسی کام میں لذت نہیں ملتی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: علم میں گفتگو کرتے رہا کرو تاکہ تمہارے مرتبے ظاہر ہوں۔

تکرار میں کوئی حجاب اور عار نہ ہونا چاہیے جو طالب علم ایسا کرتا ہے وہ محروم رہتا ہے، امام ابو یوسفؒ کے حالات میں لکھا ہے کہ کئی کئی دن کا فاقہ ہوتا تھا مگر سبق کا تکرار نہ چھوڑتے تھے اور محنت میں ذرا بھی فرق نہیں آتا تھا، اور وہ فرماتے تھے کہ: ہمارے استاذ برہان الدین فرماتے ہیں کہ میں اپنے تمام ساتھیوں میں اس وجہ سے فوقیت لے گیا کہ تکرار و مذاکرہ کبھی نہیں چھوڑتا تھا۔

طالب علم کو چاہیے کہ اسباق پابندی سے پڑھے، کبھی ناغہ نہ کرے اس سے بے برکتی ہوتی ہے، بسا اوقات اس ناقدری کا نتیجہ علم سے محرومی کا سبب ہو جاتا ہے۔

امام ابو یوسف کے حالات میں لکھا ہے کہ: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں ایک مدت تک رہے مگر اس طویل مدت میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا کہ وہ فجر کی نماز میں امام صاحب کے ساتھ نہ شریک رہے ہوں، امام صاحب فجر کی نماز کے بعد ہی درس شروع فرما دیتے تھے۔ ایک جگہ خود بیان فرماتے ہیں کہ میں برسوں امام صاحب کے ساتھ رہا بجز بیماری کے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن بھی ان سے جدا نہیں ہوتا تھا، حالاں کہ ان دِنوں میں ہر شخص اپنے گھر میں اعزہ و اقارب کے ساتھ ہوتا ہے لیکن انہوں نے مجلس علم کی شرکت اور اپنے استاذ کی معیت اور رفاقت کو سب پر ترجیح دی۔

امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے: کہ میرے بیٹے کا انتقال ہو گیا لیکن میں نہ جا سکا اور نہ اس کے جنازہ میں شریک ہو سکا اور تجہیز و تکفین کا کام اپنے رشتہ داروں پڑوسیوں کے سپرد کر دیا اور اس اندیشہ سے کہ امام صاحب کے درس کا کوئی حصہ نہ چھوٹ جائے جس کی حسرت کبھی نہ ختم ہو۔ (آداب المتعلمین، ص: 64-70 ملخصاً)

استاذ سے سبق سمجھنے کی ہر ممکن کوشش کرے، سبق سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

ہمہ وقت دقیق مسائل معلوم کرنے کے لیے غور و فکر کرے، مختلف اوقات میں مختلف اشخاص سے مستفید ہونے کی کوشش کرے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر بجا لائے اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا مانگا کرے، کسی سے جھگڑا نہ کرے، تمام وقت حصولِ علم اور اشاعت علم میں مشغول رہے، جب ایک علم سے اکتا جائے تو دوسرے میں لگ جائے، قبلہ رخ ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرے، نمازوں کا اہتمام کرے اور انہیں خشوع و خضوع سے پڑھے۔

اپنے پاس کاپی رکھے جس میں قیمتی باتیں لکھے، قرآن بکثرت پڑھے، یہ حافظہ کے لیے مفید ہے، فضول گوئی سے بچے، کم کھایا کرے، سیر ہونے سے، کثرتِ نیند سے اور کثرت کلام بمالاینفع (جو فائدہ نہ دے) سے بچے۔ بازاروں کے کھانوں سے احتراز کرے اس لیے کہ صفائی اور پاکیزگی کا اہتمام ان میں نہیں ہوتا، اور کھانا بنانے والے

اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دور رہتے ہیں، فقراء کی نگاہیں اس کھانے پر پڑتی ہیں اور وہ خرید نہیں سکتے تو ان کو تکلیف پہنچتی ہے جس کی وجہ سے ان کھانوں کی برکت چلی جاتی ہے، مکھیاں بیٹھی رہتی ہیں، جو (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) مختلف بیماریوں کا سبب بنتی ہیں۔

طالب علم کے لیے طلب علم میں مشقت اور مداومت ضروری ہے، غیبت، چغلی اور جھوٹ سے بچے، بری محفلوں سے بچے، صلحاء کی ہم نشینی اختیار کرے، اہل خیر کی دعائیں لے اور مظلومین کی بددعاؤں سے بچے، بُرا خاتمہ ہونے کے ڈر سے روتا رہے، اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور اپنی مکمل محتاجی کو ہر وقت یاد رکھے، تنہائی کے حرام کاموں سے بہت بچے اور استغفار کرنا ہرگز نہ چھوڑے یہ استحضار ہر وقت رکھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ضرورت ہے وہ ہمارا محتاج نہیں ہے جس کو چاہے دین والا بنادے اس سے دین کا کام لے اور قبول کرلے۔

استاذ شاگردوں کو داعی اور مبلغ بنائے:

سلفِ صالحین اپنے شاگردوں کو جو بھی حکمت ودانائی کی بات بتلاتے تو اس کے ساتھ ساتھ ان کو تبلیغ کی بھی ترغیب دیتے، یا عہد و پیمان لیتے کہ جو علوم ہم نے تم تک پہنچائے ہیں اس کو آگے پہنچانا تمہاری ذمے داری ہے۔

آپ نے اپنے شاگرد کو حافظ بنایا تو اس کو بھی وصیت کیجیے کہ وہ آگے کم از کم دس بچوں کو حافظ بنائے اور کم از کم سو بچوں اور بڑوں کا ناظرہ قرآن کریم درست کروائے۔

جو دعائیں، حدیثیں اور ضروری مسائل آپ نے مدرسے میں سیکھے ہیں وہ دوسروں کو سکھانے ہیں، ہر بھلی بات کی طرف دوسروں کو دعوت دینا، اور برائی سے روکنے کی کوشش کرتے رہنا۔

حضرت ابوامامہ باہلی نے ایک مرتبہ اپنے شاگردوں سے کہا: "یہ مجلس تم لوگوں کے لیے اللہ کی طرف سے تبلیغ کی جگہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی تبلیغ فرمائی، تم لوگ ہم سے جو اچھی بات سنو اس کی تبلیغ کرو۔ (شرف اصحاب الحدیث: للخطیب البغدادی: باب: ذکر بعض الروایات عن الصحابه والتابعین فی الحدیث علی حفظ الحدیث ونشره والمذاکرة به، ص:96، ط: دار إحیاء السنة)